تحقیق و تنقید

تصوف اور غیر مسنون عبادات

ڈاکٹر اشتیاق احمد ظلیؒ

تصوف محض کوئی نظریاتی تصور نہیں ہے بلکہ ایک پورا نظامِ فکر و عمل ہے۔ اپنی نشو و نما اور ارتقار کے ابتدائی ادوار میں یہ تربیت اور تزکیہ نفس کا ایک سیدھا سادہ طریقہ تھا لیکن وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ یہ ایک ضابطہ حیات اور سسٹم کی شکل اختیار کرتا چلا گیا جس کا دائرہ اثر و اختیار پوری زندگی پر محیط تھا کسی صوفی سلسلے سے وابستہ ہونے کے معنی صرف یہی نہیں تھے کہ کچھ مخصوص اوراد و وظائف کی پابندی اختیار کرلی جائے، ایک خاص انداز میں تربیت اور تزکیہ نفس کا اہتمام کیا جلئے اور ایک خاص روحانی کیفیت کو اپنی زندگی میں جاری و ساری کرلیا جائے، بلکہ زندگی کے تمام ظاہری مظاہر کو بھی ایک مخصوص قالب میں ڈھال لیا جائے۔ صوفیہ کی شناخت اپنے مخصوص انداز، مخصوص آداب اور رسوم، مخصوص لباس وضع قطع، انفرادی اور اجتماعی زندگی کی ایک مخصوص نہج، کی وجہ سے عامۃ المسلمین سے الگ ایک گروہ اور طبقہ کی حیثیت سے کی جانے لگی جن کے اچھائی برائی، حسن و قبح اور معیشت و معاشرت کے معیار اور پیمانے عام طور پر امت کے جانے پہچانے پیمانوں سے الگ اور ممتاز تھے۔

شمالی ہندوستان میں جب مسلم حکومت کی بنیاد پڑی اور برصغیر میں تصوف کو قبولِ عام حاصل ہوا اس وقت تک تصوف ایک منضبط نظام کی شکل اختیار کرچکا تھا جس میں آداب و رسوم اور قواعد و ضوابط نیز اوامر و نواہی اور خوب و ناخوب کی ایک طویل

فہرست تھی۔ ایک صوفی کے انداز و اطوار کیا ہوں، لباس اور ظاہری کیفیات کیسی ہوں، اہل و عیال اور معاشرہ سے اس کے تعلق کی نوعیت کیا ہو، اپنے مرشد سے تعلق کی کیفیت کیا ہو، راہ سلوک کے دوسرے رفقاء سے معاملات کا انداز اور نہج کیا ہو، نیز عام بشری ضروریات، کھانے پینے، سونے، جاگنے، اٹھنے بیٹھنے، سفر و حضر، کسب و ملازمت ازدواج و تجرد، غرض کہ ہر ممکن شعبۂ زندگی سے متعلق آداب و رسوم کا ایک پورا سلسلہ ہے جس سے نظام تصوف میں بحث کی جاتی ہے۔ کشف المحجوب، رسالہ قشیریہ، عوارف المعارف اور اصول تصوف کی دوسری کتابوں میں ان آداب و رسوم کو پوری شرح و بسط سے بیان کیا گیا ہے۔ ان میں سے بہت سے آداب و رسوم ایسے ہیں جن کا سراغ کتاب و سنت میں نہیں ملتا۔ یہ اکابر صوفیہ کی زندگیوں سے متعلق واقعات اور ان کی تعلیمات و تجربات سے ماخوذ ہیں۔ شیخ شہاب الدین سہروردی نے عوارف المعارف میں ان آداب کو رسوم متصوفانہ اور رسوم ظاہرہ کے نام سے موسوم کیا ہے۔ سفر سے واپسی کے سلسلے میں صوفیوں کے آداب کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ان آداب کو مشائخ نے پسند فرمایا ہے (استحسان مشائخ) اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم ان میں سے بہت سی چیزوں کے پابند نہ تھے[1]۔ اسی ضمن میں ایک اور جگہ تحریر فرماتے ہیں:

وللقوم آداب وردبها	صوفیہ کے کچھ آداب تو وہ ہیں جو
الشرع ومنها آداب	شرع میں مذکور ہیں اور کچھ وہ ہیں
استحسنها شیوخهم[2]	جنھیں ان کے مشائخ نے پسند فرمایا ہے۔

گویا آداب و تعلیمات تصوف میں ایسی چیزیں موجود ہیں اور انھیں مشائخ نے پسند فرمایا ہے جن کی اصل کتاب و سنت میں نہیں ہے اور جو صحابہ کرامؓ کی مبارک زندگیوں

---

[1] ملاحظہ کیجئے عوارف المعارف علی ہامش احیاء علوم الدین للغزالی، مصر، ۱۹۳۹، صفحہ ۱۴۵

[2] عوارف المعارف، ۱۲۹

میں، جنھوں نے دامن رسالتؐ کے زیر سایہ تربیت پائی تھی اور براہ راست فیضان نبوت سے اکتساب فیض کیا تھا، نہیں پائی جاتیں۔

صوفیانہ زندگی کا جزء اعظم عبادات اور اوراد و اذکار پر مشتمل ہے۔ جب ہم ان عبادات اور اوراد و اذکار کا تحقیقی جائزہ لیتے ہیں جن پر اکابر صوفیہ خود عمل پیرا تھے اور جن کی تاکید و تعلیم اپنے مریدین و متوسلین کو کرتے تھے تو یہ حقیقت واضح طور پر سامنے آتی ہے کہ ان میں سے بہت سی چیزوں کی اصل ہمیں حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور ان کے اصحاب کرام کی مبارک زندگیوں میں نہیں ملتی۔ اذکار و اوراد کا باب زیادہ وسیع ہے اور صوفی لٹریچر میں اس باب خاص کے بارے میں مواد اتنا وسیع اور متنوع ہے کہ اس موقع پر اس سلسلے میں گفتگو ممکن نہیں ہے۔ یہاں صرف ایک محدود بحث کو لیا گیا ہے اور اکابر چشتیہ کے عمل اور تعلیمات میں جن نمازوں کا ذکر ملتا ہے اور جن کی اصل کتاب و سنت میں نہیں ہے گفتگو صرف انھیں تک محدود رکھی گئی ہے۔ ماخذ کے اعتبار سے یہ بحث صرف دو مستند چشتی ماخذ "فوائد الفواد" اور "سیر الاولیاء" تک محدود رکھی گئی ہے۔ جیسا کہ معلوم ہے "فوائد الفواد" سلطان المشائخ شیخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات کا نہایت مستند مجموعہ ہے[1] "سیر الاولیاء" ابتدائی چشتی مشائخ کی سوانح حیات اور تعلیمات و تجربات کا بہترین ماخذ ہے[2]۔ مورخین و صوفیہ دونوں

---

[1] اس مجموعہ کے مولف مشہور ادیب و شاعر اور سلطان المشائخؒ کے مرید امیر حسن سجزی ہیں۔ اس میں ۷۰۷ھ سے ۷۲۲ھ (۱۳۰۷ء - ۱۳۲۲ء) تک کل ۱۸۸ مجالس کے ملفوظات کا مجموعہ ہے اور درمیانی وقفوں کے ساتھ ۱۵ برسوں پر پھیلا ہوا ہے۔ اس کے آغاز کے وقت شیخ کی عمر ۶۰ سے تجاوز ہو چکی تھی۔ نول کشور، مطبع حسنی اور ہند و پریس سے اس کے متعدد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ محمد لطیف ملک نے اس کا جدید ایڈیشن ۱۹۶۶ء میں لاہور سے شائع کیا ہے اور یہی ایڈیشن پیش نظر ہے۔

[2] اس کے مولف سید محمد بن مبارک علوی کرمانی ہیں جو امیر خورد کے نام سے زیادہ مشہور

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

ہی انھیں مستند تسلیم کرتے ہیں۔ جہاں تک شیخ نصیر الدین چراغ دہلویؒ کے مجموعہ ملفوظات "خیر المجالس[۱]" کا تعلق ہے اس میں اس قسم کی نمازوں کا ذکر شاذونادر ہی ملتا ہے۔

وہ نمازیں جو، علاوہ نوافل کے جن کا کوئی مخصوص نام نہیں ہے، چشتی مآخذ میں مذکور ہیں اور جن کی تعلیم مشائخ چشت خصوصاً سلطان المشائخ شیخ نظام الدین اولیاؒ اپنے مریدین اور متوسلین کو دیتے تھے ان میں سے بعض کے نام یہ ہیں صلوٰۃ السعادت، صلوٰۃ البروج صلوٰۃ النور، صلوٰۃ الخضر، صلوٰۃ اویس قرنی، صلوٰۃ الصلوات، صلوٰۃ العاشقین، صلوٰۃ القربہ، صلوٰۃ صحۃ النفس، نماز بجہت نگاہ داشت ایمان، نماز برائے درازی عمر، نماز برائے روشنی چشم اور نماز لیلۃ الرغائب وغیرہ۔ بدقسمتی سے تفصیلی معلومات ان میں سے صرف چند کے بارے میں دستیاب ہیں، باقی کا صرف نام یا کسی قدر جزوی معلومات ہی مل سکی ہیں۔ بہرحال جو معلومات ان مآخذ سے حاصل کی جاسکی ہیں ان کی روشنی میں ایک خاکہ پیش کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔

ایک بنیادی سوال اس سلسلہ میں یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان نمازوں کی اصل کیا ہے اور ان کا منبع و مآخذ کیا ہے؟ یہی سوال 'فوائد الفواد' کے مولف امیر حسن سجزیؒ نے شیخ نظام الدین اولیاؒ سے پوچھا تھا۔ یہ سوال اور جواب ہم یہاں بعینہ نقل کرتے ہیں تاکہ دین

ہیں۔ خاندانی طور پر مشائخ چشت سے متعلق و وابستہ تھے اور نہایت کم عمری میں شیخ نظام الدین اولیاؒ کے حلقہ ارادت میں شامل ہو گئے تھے۔ اس کا ایک ایڈیشن مطبع محب ہند سے ۱۳۰۲ھ شائع ہوا تھا۔ اسی ایڈیشن کو موسسہ انتشارات اسلامی لاہور نے ۱۹۷۸ء میں شائع کیا ہے یہی ایڈیشن پیش نظر ہے۔

[۱] خیر المجالس کے مولف مولانا حمید قلندر شیخ نظام الدین اولیاؒ کے مرید تھے۔ اس میں شیخ کی ۱۰۰ مجلسوں کے ملفوظات جمع کئے گئے ہیں اور عہد ۷۵۲ھ کے بعد کا ہے اس کا انتقادی متن پروفیسر خلیق احمد نظامی نے ۱۹۵۹ء میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے شائع کیا ہے۔

کے بنیادی مسائل کے متعلق صوفیہ کے طرزِ عمل کا کسی قدر اندازہ کیا جاسکے۔ حسن سجزی لکھتے ہیں:۔

چوں ماہ رجب نزدیک رسید بود	چوں کہ ماہ رجب قریب تھا بندہ نے
بندہ عرضداشت کرد کہ خواجہ اویس	عرض کیا کہ خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ
قرنی رضی اللہ عنہ نمازے کہ فرمودہ است	نے جو نماز رجب کی تیسری چوتھی اور پانچویں
در سوم ماہ رجب و چہارم و پنجم بندہ	کو فرمائی ہے اس سلسلہ میں یہ بات ذہن
را در خاطر می گذرد کہ ہر بزرگے نمازے	میں آتی ہے کہ ہر بزرگ جس نے کسی
و دعائے کہ فرمودہ است از حضرت	نماز یا دعا کا حکم دیا ہے اسے یا تو
رسالت ﷺ شنیدہ است یا از صحابہ کرام	حضرت رسالت (صلی اللہ علیہ وسلم) سے
خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ ایں	سنا ہے یا صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم)
نمازہا کہ فرمودہ است و سورتہا تعین	سے سب جو خواجہ اویس رضی اللہ عنہ نے
کردہ و دعاہا مسمی کردہ از کجا است؟	ان نمازوں کے لئے جو فرمایا ہے ان میں
خواجہ ذکرہ اللہ بالخیر فرمود کہ ایں	سورتوں اور دعاؤں کا تعین کیا ہے اس کی بنیاد
معانی از الہام ہم شد[1]	کیا ہے؟ حضرت خواجہ نے فرمایا یہ چیزیں
	الہام سے بھی ہوتی ہیں۔

اس جواب سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ صلوٰۃ اویس قرنی کے علاوہ بھی جو نمازیں ان بزرگوں کی تعلیمات میں پائی جاتی ہیں اور جن کا کوئی ثبوت کتاب وسنت میں نہیں ملتا ان کا ماخذ اور منبع بھی الہام ہی ہو سکتا ہے۔ گویا عبادات جیسے بنیادی اہمیت کے مسائل تک میں نصوص کتاب وسنت کے علاوہ ایک اور اصل الہام بھی ہے۔ حالانکہ علم دین کے سلسلہ میں یہ بات عام معلومات کا درجہ رکھتی ہے کہ تعبدات اور

---

[1] فوائد الفواد، ص ۲۷۰-۳۲۷

قربات کے سلسلہ میں صرف کتاب وسنت کے واضح نصوص پر ہی بھروسہ کیا جاسکتا ہے۔ رائے، کشف یا الہام کو بنیاد نہیں بنایا جاسکتا۔[1] چونکہ انسانی زندگی تغیر پذیر ہے اس لئے اس کے بدلتے ہوئے حالات کے لئے احکام کی حکمت اور علت کی روشنی میں نئے مسائل واحکام کے استنباط اور نئی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے اجتہاد کا کام ہمیشہ جاری رہے گا۔ لیکن جہاں تک قربات وتعبدات کا تعلق ہے اس سلسلہ میں کسی قیاس اور رائے کی کارفرمائی ممکن نہیں اور نہ ہی نئی عبادات کا دروازہ کھولنے کے لئے کشف والہام کا سہارا لیا جاسکتا ہے بلکہ صرف اور صرف کتاب وسنت کے واضح نصوص ہی کو بنیاد بنایا جاسکتا ہے اور ان سے تجاوز وانحراف کی قطعی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اسی طرح شارع نے دین میں جن امور کو جو درجہ دیا ہے ان کو اسی درجہ میں رکھنا ضروری ہے۔[2] مستحب کو فرض کا درجہ دینا دین کی منشا کی صریح خلاف ورزی ہے اور احداث فی الدین کے زمرہ میں شامل ہے۔[3]

پروفیسر خلیق احمد نظامی نے ہندوستان میں چشتی سلسلہ کی مقبولیت کا راز مشائخ چشت کی اس صلاحیت کو قرار دیا ہے جس کی بدولت وہ یہاں کے حالات، یہاں کے لوگوں کے مذہبی نقطۂ نظر نیز ان کی آرزوں اور امنگوں کو سمجھنے کے قابل ہو سکے تھے۔ ہندوستان میں چشتی سلسلہ کے ارتقاء کے ابتدائی ایام میں انھوں نے بہت سے ہندو مراسم کو اختیار کرلیا تھا۔ شیخ کے سامنے سرنگوں ہونا، زائرین کی پانی سے تواضع، زنبیل گردانی، نئے مریدین کی سر تراشی،

---

[1] اس سلسلہ میں مثال کے طور پر ملاحظہ فرمایئے مجموع فتاوی شیخ الاسلام احمد بن تیمیہؒ جمع وترتیب عبدالرحمن بن محمد بن قاسم، مکتبہ المعارف، الرباط، جلد ١ ص ٦٦-٦٥۔ عبدالوہاب خلاف، علم اصول الفقہ، ص ٦٢، ذکی الدین شعبانی، اصول الفقہ الاسلامی، ص ١٣٩، ہدایہ، جلد ١ ص ٧

[2] مجموع فتاوی شیخ الاسلام احمد بن تیمیہؒ، جلد ١١ ص ٥٠٤-٥٠٥

[3] خیر المجالس ص ٢١٧-٢١٦

سماع کی محفلیں، اور چلہ معکوس ہندو اور بدھ رسوم سے بڑی مماثلت رکھتے ہیں اور یہی سبب ہے ہندوستان کے غیر مسلم ماحول میں چشتی سلسلہ کی مقبولیت کا[۱] گویا وہ اعمال ورسوم جن کی اصل کتاب وسنت میں نہیں ملتی وہ مقامی ہندو فلسفوں اور مذہبی رسم ورواج سے متاثر اور ماخوذ ہیں اور یہی اخذ وتاثر چشتی سلسلہ کی مقبولیت کا بنیادی سبب ہے۔ حضرت مولانا ابوالحسن علی صاحب ندوی مدظلہ بھی بظاہر اس قسم کے اضافوں کو ہندوستان کے مقامی روحانی فلسفوں اور تجربوں کا اثر بتاتے ہیں۔ چنانچہ اس سلسلہ میں وہ یہ خیال ظاہر فرماتے ہیں "ہندوستان کے مقامی روحانی فلسفوں اور تجربوں کا اثر اپنے زمانے کے مشہور ومقبول شطاری بزرگ شیخ محمد غوث شطاری" کی مقبول کتاب "جواہر خمسہ" میں دیکھا جا سکتا ہے، جس کی بنیاد زیادہ تر بزرگوں کے اقوال اور اپنے تجربات پر ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ صحیح احادیث کے ثابت ہونے یا معتبر کتب شمائل وسیر سے اخذ کرنے کو ضروری نہیں سمجھا گیا۔ اس میں نماز احزاب، صلوٰۃ العاشقین نماز تنویر القبر اور مختلف مہینوں کی مخصوص نمازیں اور دعائیں ہیں جن کا حدیث وسنت سے کوئی ثبوت نہیں ہے[۲]۔ ایک اور جگہ تحریر فرماتے ہیں "یہ صرف 'جواہر خمسہ' کی خصوصیت نہیں بزرگوں کے ملفوظات کے غیر مستند مجموعوں میں اس کی متعدد مثالیں ملتی ہیں[۳]۔"

تحقیق وجستجو سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ اس قسم کی چیزیں مثلاً مختلف دنوں اور مہینوں کی فضیلت اور ان میں مخصوص دعاؤں، نمازوں، عبادات اور اعمال کی تلقین جن کا

---

[۱] SOME ASPECTS OF RELIGION AND POLITICS IN INDIA DURING THE THIRTEENTH CENTURY ALIGARH, 1961 PP 178–79

[۲] تاریخ دعوت وعزیمت، حصہ چہارم ص ۲۴۴

[۳] مولانا ابوالحسن علی ندوی، حدیث کا بنیادی کردار ص ۳۳

کتاب وسنت میں کوئی ثبوت نہیں ہے صرف ہندوستان تک محدود نہ تھیں بلکہ دوسرے اسلامی ممالک کے صوفی حلقوں میں بھی رائج ومقبول تھیں[۱] نیز اس قسم کی تعلیمات صرف غیر مستند مجموعوں تک محدود نہیں ہیں بلکہ نہایت مستند مجموعوں میں بھی بکثرت پائی جاتی ہیں۔ شطاریوں پر تو ہندو فلسفہ کی چھاپ کا معاملہ قابل فہم ہے لیکن ابتدائی چشتی مشائخ کے بارے میں یہ بات چنداں وزن نہیں رکھتی۔ اس ابتدائی دور میں جوگیوں وغیرہ سے رابطے کی بعض مثالیں چشتی مآخذ میں موجود ہیں[۲] لیکن ان کی نوعیت نہایت محدود ہے اور ان سے اتنے بنیادی اثرات مرتب ہونے کی توقع نہیں کی جاسکتی۔ قرائن اسی بات کی شہادت دیتے ہیں کہ یہ اعمال وتعبدات خود تصوف کے اپنے اندر کی پیداوار ہیں اور عبادات کے سلسلہ میں غلو اور انتہا طلبی کا نتیجہ ہیں۔

صوفی لٹریچر میں ماہ رجب کی بڑی فضیلت بیان ہوئی ہے۔ امیر حسن سجزی نے اس سلسلہ میں سلطان المشائخ کا ایک ارشاد نقل کیا ہے:۔

فرمود کہ دریں ماہ دعاہا بسیار مستجاب	فرمایا کہ اس مہینے میں دعائیں زیادہ مقبول
شود، وچہار شب دریں ماہ بسیار	ہوتی ہیں۔ اس مہینے میں چار راتیں بڑی
بزرگ است یکے شب اول، دوم شب	باعظمت ہیں۔ ایک تو پہلی رات، دوسرے پہلے
آدینہ اول، سوم شب پانزدہم، چہارم شب	جمعہ کی رات، تیسری پندرہویں رات
بست وہفتم کہ شب معراج است[۳]	اور چوتھی ستائیسویں رات جوکہ معراج کی
	رات ہے۔

---

[۱] مثال کے طور پر دیکھئے مجموع فتاوی شیخ الاسلام احمد بن تیمیہؒ، جلد ۱۱، ص ۵۷۹-۵۸۰، ابن قیم، زاد المعاد فی ہدی خیر العباد، دار الکتاب العربی، بیروت، جزء اول، ص ۱۱۵، ۱۶۲-۱۶۳

[۲] فوائد الفواد، ص ۸۳، ۸۴، ۱۴۴، ۲۰۵، ۱۸-۲۱۷، خیر المجالس ص ۶۰

[۳] فوائد الفواد ص ۹۵، ۹۶، ماہ رجب میں روزے کی بھی صوفیہ کے یہاں بہت تاکید پائی جاتی ہے

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

اس مہینے میں دوسری بہت سی عبادات کے علاوہ ایک خاص نماز بھی ادا کی جاتی ہے جسے نماز اویس قرنی کہتے ہیں۔ سمجھا یہ جاتا ہے کہ اس نماز کی تعلیم حضرت اویس قرنیؒ نے دی، انھوں نے ہی اس کی رکعات متعین کیں اور مختلف رکعات میں پڑھی جانے والی سورتوں اور دعاؤں کا تعین بھی کیا۔[1] فوائد الفواد، میں ایک جگہ اس نماز کے لئے تیسری، چوتھی اور پانچویں تاریخ کی نشاندھی کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ تیرہویں، چودھویں، پندرہویں نیز تیئسویں، چوبیسویں اور پچیسویں کا تذکرہ بھی پایا جاتا ہے[2] سلطان المشائخ اس نماز کی بڑی فضیلت بیان فرماتے تھے۔

بعد ازاں در فضیلت ایں نماز بسیار مبالغت فرمود[3]	پھر اس نماز کی فضیلت میں بہت مبالغہ فرمایا۔

چنانچہ یہ خیال کیا جاتا ہے کہ جو کوئی رجب کے پچیس روزے رکھے اسے اس نعمت سے حصہ نصیب ہوگا جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو شب معراج ملا تھا۔ ماہ رجب کے لئے ایک خاص استغفار بھی ہے استغفر اللہ ذا الجلال والاکرام من جمیع الذنوب والآثام جو کوئی ماہ رجب میں ہزار بار کہے تو خداوند قدوس فرماتا ہے کہ میں اس کا رب نہیں اگر میں اسے بخش نہ دوں۔ اور یہ وہ تین بار فرماتا ہے۔ ملاحظہ کیجئے سیر الاولیاء صفحہ ۳۹ اس سلسلہ میں حافظ ابن قیم لکھتے ہیں ولا صام رجبا قط ولا استحب صیامہ بل روی عنہ النھی عن صیامہ۔ ذکرہ ابن ماجہ، ملاحظہ کیجئے زاد المعاد، حصہ اول صفحہ ۱۶۳، ۱۶۴، نیز دیکھئے مجموع فتاوی شیخ الاسلام، جلد ۱۱ صفحہ ۵۷۹، عبد العزیز بن عبد اللہ بن باز، التحذیر من البدع۔ الریاض صفحہ ۱۰۸

[1] فوائد الفواد، ۲۸-۳۲۷

[2] فوائد الفواد، صفحہ ۳۸-۳۷، ۲۸-۳۲۷، سیر الاولیاء صفحہ ۳۹۸

[3] فوائد الفواد صفحہ ۳۷، سیر الاولیا صفحہ ۳۹۸

اس سلسلہ میں مدرسہ معزی کے ایک دانشمند مولانا زین الدین کا ذکر بھی فرمایا جن پر اس نماز کی برکت سے بغیر کسی تعلیم کے علم کے دروازے کھل گئے تھے[1] علاوہ ازیں اسی مہینے کے آخر میں ایک اور نماز کا ذکر ملتا ہے۔ یہ نماز درازیٔ عمر کے لئے پڑھی جاتی تھی۔ شیخ قطب الدین بختیار کاکی کے خلیفہ اور مشہور چشتی بزرگ شیخ بدرالدین غزنوی یہ نماز پابندی سے ادا کرتے تھے۔ یہ نماز بارہ رکعت ہوتی ہے اور چار چار رکعت میں پڑھی جاتی ہے۔ ہر رکعت میں ایک بار آیۃ الکرسی اور تین بار سورہ اخلاص پڑھنی چاہئے۔ نماز کے بعد یہ دعا پڑھی جاتی ہے یا اجل من کل جلیل ویا اعز من کل عزیز یا احد خیر من کل احد، انت ربی لا رب لی سواك، یا غیاث المستغثین ورجاهم اغننی بفضلك ومد فی عمری مداً ..... عمرانی رضاك برحمتك یا کریم یا وهاب[2]

شیخ نظام الدینؒ فرماتے ہیں کہ شروع میں شیخ فریدالدین گنج شکرؒ نے انھیں چھ رکعت نماز اشراق کی تعلیم دی تھی اور یہی طریقہ وہ اپنے مریدین کے ساتھ اختیار کرتے تھے۔ جہاں تک نماز اشراق کا تعلق ہے اسے عموماً سنت تسلیم کیا جاتا ہے[3] لیکن آٹھ رکعتوں میں سے ہر دو رکعت کا ایک الگ نام اور ان کے اندر پڑھنے کی سورتوں کی تعیین کی اصل سنت میں نہیں ملتی۔ پہلی دو رکعتیں 'شکرانہ خداوندی' کی ہیں۔ پہلی رکعت میں بعد از فاتحہ آیۃ الکرسی وہم فیہا خالدون تک اور دوسری رکعت میں آمن الرسول سے آخر تک اور اللہ نور السموات والارض سے واللہ بکل شئ علیم تک۔ پھر دو رکعت 'استعاذہ' کی ہیں۔ اس میں پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد قل اعوذ برب الفلق اور دوسری رکعت میں قل اعوذ برب الناس پڑھنی چاہئے۔ پھر دو رکعت 'استخارہ' کی ہے۔ اس میں پہلی رکعت میں

---

[1] فوائد الفواد ص۲۳۶-۲۳۷، سیرالاولیاء ص۳۹۸ [2] سیر الاولیاء ص۳۹۸

[3] امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ اسے سنت مانتے ہیں۔ امام مالکؒ اسے سنت نہیں مانتے بلکہ مندوب قرار دیتے ہیں۔ دیکھئے عبدالرحمٰن الجزیری کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ، قاہرہ جزء اول ص۳۲۶

فاتحہ کے بعد سورہ کافرون اور دوسری رکعت میں سورہ اخلاص پڑھنی چاہئے۔ باقی دو رکعتیں جن کی تعلیم شیخ فریدالدینؒ نے بعد میں دی تھی انھیں 'استحباب' کہتے ہیں۔ ان میں پہلی رکعت میں سورہ واقعہ اور دوسری میں سبح اسم پڑھنی چاہئے[۱] اس کے بعد نماز تسبیح ادا کرے، اس میں ہر رکعت میں یہ دعا پڑھنی چاہئے: سبحان اللہ ملاء المیزان ومنتہی العلم ومبلغ الرضا وزنۃ العرش[۲]

'نماز تسبیح' ہی کی طرح ایک اور نماز 'صلوٰۃ الصلوات' ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ اس میں تسبیح کے بجائے درود پڑھتے ہیں۔ یہ نماز دو رکعت ہوتی ہے اور شب و روز میں کسی وقت بھی پڑھی جاسکتی ہے لیکن اشراق کے بعد یہ زیادہ موثر ہے اور جس ضرورت کے لئے بھی اسے پڑھا جائے وہ پوری ہو جائے گی۔ اگر کسی ضرورت کے لئے اسے تین جمعہ متواتر اشراق کے بعد پڑھا جائے تو وہ ضرورت پوری ہوگی[۳]

اسی طرح دو رکعت شکرِ روز اور دو رکعت شکرِ شب کی ادا کی جاتی ہے۔ شکرِ روز کی دونوں رکعتوں میں فاتحہ کے بعد پانچ بار قل ہو اللہ احد پڑھنا چاہئے[۴] اور شکرِ شب کی دونوں رکعتوں میں فاتحہ کے بعد پانچ بار قل یا ایہا الکافرون پڑھنا چاہئے[۵] چاشت

۱؎ فوائد الفواد، ص۵۸، سیر الاولیا ص۳۸۷-۳۸۸ ۲؎ سیر الاولیاء ص۳۸۸

۳؎ مختلف مہینوں کے فضائل اور ان سے متعلق نمازوں کے سلسلہ میں شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں کہ ان نمازوں کے سلسلہ میں جو احادیث بیان کی جاتی ہیں ان میں سب سے بہتر صلوٰۃ التسبیح کی حدیث ہے۔ ابوداؤد اور ترمذی نے اسے روایت کیا ہے۔ اس کے باوجود ائمہ اربعہ میں سے کسی نے بھی اسے تسلیم نہیں کیا ہے۔ امام احمدؒ نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔ اصول حدیث پر غور کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ سب حدیثیں موضوع ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے۔ مجموع فتاویٰ شیخ الاسلام جلد ۱۱، ص۵۷۹-۵۷۸۔

۴؎ سیر الاولیاء ص۳۸۸ ۵؎ سیر الاولیاء ص۳۸۸-۳۸۹، فوائد الفواد ص۸۷

کے وقت بارہ رکعت نماز پڑھنے کی تلقین کی گئی ہے ،یوں اس کی کم سے کم مقدار چار رکعت ہے ۔یہ نماز چار چار رکعت میں پڑھی جائے گی اور ان میں سے ہر چار رکعت کے لئے الگ الگ سورتوں کی تعیین کی گئی ہے اور اس کی بڑی فضیلت بتائی گئی ہے پہلی چار رکعتوں میں انا فتحنا ،انا ارسلنا ، انا انزلنا ، اور انا اعطینا پڑھنا چاہئے ۔ درمیانی چار رکعتوں میں والشمس، واللیل، والضحی اور الم نشرح پڑھنا چاہئے ۔ آخری چار رکعتوں میں چاروں قل پڑھنا چاہئے ۔چاشت کے وقت دو رکعت نماز صحت النفس کی پڑھی جاتی ہے ۔پہلی رکعت میں آیۃ الکرسی اور سورہ والشمس ایک ایک بار اور سورہ اخلاص پانچ بار نیز دوسری رکعت میں آمن الرسول اور والضحیٰ ایک ایک بار اور سورہ اخلاص پانچ بار پڑھنا چاہئے ، نماز سے فارغ ہونے کے بعد یہ دعا پڑھے اللھم انی اسألک العفو والعافیہ والمعافاۃ فی الدنیا والآخرۃ[1]

زوال کے بعد چار رکعت فی الزوال کی پڑھی جاتی ہے ۔ ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد پچاس[1] یا دس[2] بار یا تین[3] بار سورہ اخلاص پڑھنا چاہئے[2] نماز ظہر کے بعد صلوۃ الخضر ادا کی جاتی ہے ۔یہ کل دس رکعت ہوتی ہیں اور دو دو رکعت میں ادا کی جاتی ہیں اور ان میں قرآن کریم کی آخری دس سورتیں پڑھی جاتی ہیں[3] اس نماز کے بارے میں شیخ نظام الدین اولیاء فرماتے ہیں ۔

تحقیق انیست کہ این نماز مہتر خضر است	تحقیق یہ ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام
علیہ السلام تا ہر کہ این نماز پیوستہ بگزارد	کی نماز ہے اور جو بھی یہ نماز پابندی سے ادا
با خضر علیہ السلام ملاقی شود[4]	کرتا رہے گا اسکی ملاقات حضرت خضر سے ہوگی ۔

---

[1] سیر الاولیاء ص ۳۸۹ [2] سیر الاولیاء ص ۳۹۰ ۔زوال کے بعد چار رکعت نماز سنت سے ثابت ہے لیکن ان کی یہ کیفیت ثابت نہیں ملاحظہ کیجئے زاد المعاد ، حصہ اول ص ۹۷ [3] فوائد الفواد ص ۳۲ خیر المجالس ص ۲۱۷ ، سیر الاولیاء ص ۳۹۰ [4] فوائد الفواد ص ۳۲

فوائد الفواد میں ایک جگہ اوش کی ایک ویران مسجد کا تذکرہ ہے جس کے ایک منارے کو ہفت منارہ کہتے تھے۔ جو کوئی اس مسجد میں ایک مخصوص دوگانہ ادا کرتا تھا اور ایک دعا پڑھتا تھا جس کو ہفت دعا کہتے تھے، اس کی ملاقات حضرت خضر سے ہوتی تھی چنانچہ اسی طور خواجہ قطب الدین بختیار کاکی نے حضرت خضر سے شرف ملاقات حاصل کیا۔[1]

نماز مغرب کے بعد بیس رکعت نماز اوابین پڑھنی چاہئے۔ بعد نماز سربسجود ہو کر یہ دعا پڑھنی چاہئے" اللھم ارزقنی توبۃ توجب محبتك فی قلبی یا محب التوابین[2] اس کے علاوہ مغرب اور عشاء کے درمیان چھ رکعت اور نماز پڑھنے کی تاکید کی گئی ہے[3] مغرب کے بعد ہی دو رکعت نماز ایمان کی نگاہ داشت کے لئے پڑھی جاتی ہے پہلی رکعت میں سورہ اخلاص آٹھ بار اور سورہ فلق ایک بار نیز دوسری رکعت میں سورہ اخلاص سات بار اور سورہ ناس ایک بار پڑھی جاتی ہے۔ نماز سے فراغت کے

---

[1] فوائد الفواد ص ۲۱۳-۲۱۲ [2] سیر الاولیا، ص ۳۹۱۔ اس نماز کے بارے میں یہ حدیث معروف ہے من صلّی بین المغرب والعشاء عشرین رکعۃً بنی اللہ لہ بیتاً فی الجنۃ ۔ ابن ماجہ (۱/۴۳۷) اور ابن شاہین نے 'الترغیب والترہیب' (۱/۱۷۲، ۲۷۷، ۲۷۸) میں اس کی روایت کی ہے۔ دور حاضر کے شہرہ آفاق محدث شیخ محمد ناصر الدین البانی اسے موضوع قرار دیتے ہیں۔ عشاء اور مغرب کے درمیان متعین رکعات کے سلسلے میں وہ کہتے ہیں کہ جن احادیث میں اس وقت میں متعین طور پر نماز کی رکعات کی نشاندہی کی گئی ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ اس وقت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز ثابت ہے البتہ رکعات کا تعین ثابت نہیں ہے۔ یہی صورت حال بعد مغرب چھ رکعتوں کے سلسلہ میں بھی ہے۔ ملاحظہ کیجئے شیخ محمد ناصر الدین البانی، سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ والموضوعہ واثرہا السیئ فی الامۃ، المکتب الاسلامی، بیروت، دمشق، المجلد الاول ص ۴۸۰، ۴۸۲۔ [3] ایضاً نیز فوائد الفواد ص ۲۰۷

بعد سر بسجدہ ہو کر یہ دعا پڑھی جاتی ہے **یاحیّ یاقیوم ثبتنی علی الایمان**[1]

اسی طرح مغرب کے بعد دو رکعت نماز پڑھی جاتی ہے جسے صلوٰۃ البروج کہتے ہیں۔ پہلی رکعت میں والسماء ذات البروج اور دوسری رکعت میں والسماء والطارق پڑھی جاتی ہے۔ صلوٰۃ البروج کے بعد یہ دعا پڑھنی چاہیئے **اللھم انّی استودعك ایمانی ودینی فاحفظھما**[2] مغرب کے بعد ہی دو رکعت صلوٰۃ النور پڑھی جاتی ہے[3] دونوں ہی رکعتوں میں سورہ انعام کی ابتدائی آیتیں یستھزؤن تک پڑھنا چاہیئے۔ یہ دونوں نمازیں اوابین کی بیس رکعتوں میں شامل ہیں۔ مشائخ چشت کے نزدیک احیا بین العشائین سنت موکدہ ہے اور اس وقت کو صوفیہ کی اصطلاح میں صبح عاشقان کہتے ہیں۔[4]

عشاء کے بعد جن نمازوں کی تاکید کی جاتی ہے ان میں ایک صلوٰۃ السعادت ہے۔ یہ نماز چار رکعت ہوتی ہے۔ پہلی رکعت میں سورہ اخلاص دس بار، دوسری میں بیس بار، تیسری میں تیس بار اور چوتھی میں چالیس بار پڑھنا چاہیئے[5] بعد عشاء دو رکعت نماز آنکھوں کی روشنی کے لیئے پڑھی جاتی ہے۔ ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد ۷ بار سورہ کوثر پڑھنا چاہیئے اور نماز کے بعد یہ دعا کرنا چاہیئے **اللھم متعنی بسمعی وبصری واجعلھما الوارث منی**[6] اس کے بعد چار رکعت صلوٰۃ العاشقین پڑھی جاتی ہے۔ پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد ۱۰۰ مرتبہ یااللہ، دوسری رکعت میں ۱۰۰ مرتبہ یارحمٰن، تیسری میں ۱۰۰ مرتبہ یارحیم اور چوتھی میں ۱۰۰ مرتبہ یاودود پڑھنا چاہیئے[7] اسی طرح صلوٰۃ القربت، ادا کی جاتی ہے۔ ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد ۷۰ مرتبہ سورہ اخلاص پڑھنا چاہیئے اور نماز سے فراغت کے بعد ۷۰ بار استغفر اللہ کہے اور پھر یہ دعا پڑھے

---

[1] سیر الاولیاء صد ۳۹۱ [2] فوائد الفواد صد ۷۷-۷۸، سیر الاولیاء صد ۱۹۲، ۳۹۱ [3] سیر الاولیاء صد ۳۹۲ [4] سیر الاولیاء صد ۳۹۲ [5] سیر الاولیاء صد ۳۹۲-۳۹۳ [6] سیر الاولیاء صد ۳۹۳ [7] سیر الاولیاء صد ۳۹۳

اللهم ارزقنی العمل الذی یقربنی الیک[1] اسی طرح نماز صبح سے پہلے دو رکعت نماز پڑھی جاتی ہے پہلی رکعت میں سات بار فاتحہ اور ایک بار سورہ کافرون اور دوسری رکعت میں سات بار فاتحہ اور ایک بار سورہ اخلاص، سلام کے بعد دس بار سبحان اللہ، دس بار ماشاء اللہ کان وما لم یشأ لم یکن اشہد ان اللہ احاط بکل شئی علماً واحصی کل شئی عدداً، دس بار استغفار، دس بار یا حی یا قیوم یا ذا الجلال والاکرام کہے اور پھر سر برہنہ کرے، ہاتھوں کو اوپر اٹھائے اور کہے یا ارحم الراحمین، پھر سجدہ ریز ہو کر دس بار اغثنا یا غیاث المستغیثین کہے۔ پھر جس کام کو بھی کرے پورا ہوگا۔[2]

رجب کے پہلے جمعہ کی شب میں ایک نماز پڑھی جاتی ہے جسے نماز لیلۃ الرغائب کہتے ہیں۔ اس کے بارے میں شیخ نظام الدین اولیاء فرماتے تھے کہ جو یہ نماز پڑھے گا اس کی موت اس سال میں نہ ہوگی[3] وہ خود یہ نماز باجماعت ادا کرتے تھے[4] نیز سفر میں نکلتے وقت دو رکعت نماز محافظت نفس کے لئے پڑھی جاتی ہے۔[5]

اس کے علاوہ مختلف اوقات کی سنتوں میں اور بعض دوسری نمازوں میں مخصوص سورتوں کی تعیین کا مسئلہ ہے[6] اس میں شبہ نہیں کہ بعض نمازوں میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم بعض سورتیں نسبتاً زیادہ اور کثرت سے پڑھتے تھے[7] لیکن مخصوص نمازوں میں مخصوص سورتوں کی تخصیص اور مواظبت سنت سے ثابت نہیں ہے سوائے جمعہ اور عیدین کے۔[8]

اس بحث کو ہم حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی مدظلہ کی ایک عبارت پر ختم کرتے ہیں جس سے زیر نظر مسئلہ کی اہمیت اور سنگینی کا احساس پوری طرح اجاگر ہو کر سامنے آجاتا ہے۔

---

[1] سیر الاولیاء، صـ ۳۹۳ [2] سیر الاولیاء، صـ ۳۹۵، ۳۹۶
[3] فوائد الفواد، صـ ۳۷، سیر الاولیاء، صـ ۳۹۷، ۳۹۸ [4] سیر الاولیاء، صـ ۳۹۸
[5] فوائد الفواد، صـ ۱۵۰-۱۵۱ [6] مثال کے طور پر دیکھئے فوائد الفواد صـ ۲۳۰، ۲۴۱، ۲۴۲، سیر الاولیاء صـ ۳۹۰، ۳۹۲-۳۹۷ [7] ملاحظہ کیجئے زاد المعاد جلد اول، صـ ۵۳، ۵۴، ۸۴-۸۸ [8] زاد المعاد جلد اول صـ ۱۱۶

اقتباس کسی قدر طویل ہے اس لئے ہم اس کے ترجمہ پر اکتفا کرتے ہیں۔

"بدعت نام ہے دین میں کسی ایسی چیز کے داخل کرنے کا جسے اللہ اور اس کے رسولؐ نے نہ تو اس کے اندر داخل کیا ہو اور نہ اس کا حکم دیا ہو، اس اعتقاد کے ساتھ کہ یہ دین کا جزء ہے اور شرعی احکام کی طرح اس کی نام نہاد شرائط اور آداب کی پابندی کرتے ہوئے اسے بغرض ثواب کیا جائے۔ بدعت اللہ کی نازل کردہ شریعت کے متوازی ایک من گھڑت شریعت ہے۔ اس کی اپنی مستقل فقہ ہے، اپنے فرائض، واجبات، سنت اور مندوبات ہیں جو کبھی تو شریعت الٰہیہ کے بالمقابل آکھڑے ہوتے ہیں اور کبھی اہمیت اور عظمت میں اس پر بھی فوقیت لے جاتے ہیں۔

بدعت اس واضح حقیقت سے آنکھیں میچ لیتی ہے کہ دین مکمل ہو چکا اور شریعت پر مہر ثبت ہو چکی۔ جن چیزوں کو مقرر ہونا ہونا تھا وہ مقرر ہو چکیں، جو فرائض و واجبات متعین ہونے تھے وہ ہو چکے اور دین کی ٹکسال، بند ہو چکی۔ اب جو بھی نیا عمل اس کی طرف منسوب کیا جائے گا وہ محض غلط اور کھوٹا ہوگا۔ حضرت امام مالکؒ نے کیا خوب فرمایا ہے: "جس نے بھی دین کے اندر کوئی نئی چیز ایجاد کی اور اسے اچھا سمجھا تو گویا اس کا خیال یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ادائگی رسالت میں خیانت کی کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "میں نے آج کے دن تمہارے لئے تمہارے دین کو مکمل کر دیا"[۱] جو اس وقت دین کا جزء نہیں تھا وہ آج بھی دین نہیں ہو سکتا۔"[۲]

یہ نمازیں، ان کے نام، ان کے آداب و شرائط، ان کے ایام اور اوقات ان کے اندر پڑھی جانے والی سورتیں اور دعائیں، ان کے اثرات اور نتائج یہ سب وہ چیزیں ہیں جن کی اصل کتاب و سنت میں نہیں پائی جاتی۔ یہ چیزیں چاہے جتنی بھی نیک نیتی سے دین کے اندر داخل کی گئی ہوں اور ان کو داخل کرنے والے چاہے کتنی بھی برگزیدہ ہستیاں رہی ہوں، بہر حال ابتداع اور اضافہ کے ہی زمرہ میں آئیں گی حصول رضائے خداوندی کا طریقہ صرف وہی ہے جو اس کے رسولؐ کی سنت سے ثابت ہے۔ اس کے علاوہ جو کچھ بھی جہاں کہیں بھی ہے ناقابل قبول ہے جیسا کہ صحیح حدیث میں وارد ہوا ہے "من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منہ فھو رد"[۳]

---

[۱] سورہ مائدہ ۳۔ [۲] مولانا سید ابو الحسن علی ندوی، العقیدہ والسلوک فی ضوء الکتاب والسنۃ والسیرۃ النبوۃ المجمع الاسلامی العلمی، لکھنؤ ۱۹۸۱ء صفحہ ۹۱، ۹۲ [۳] متفق علیہ بحوالہ مشکوٰۃ المصابیح: کتاب الایمان باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ